

## منظوم طریقے سے انداز کی پھیلائی جادہ ہی ہے؟

پروفیسر صاحب نے واک کے دوران باتوں میں پوچھا کہ ملکی حالات کیا ہیں؟ سوال میرے لیے حد درجہ عجیب ساختا گیا کہ پروفیسر صاحب، بنیادی طور پر Genetics کے استاد ہیں۔ امریکہ کی ایک انتہائی معجزہ یونیورسٹی میں تدریس کا کام کرتے ہیں۔ سال میں ایک بار پاکستان ضرور آنا ہوتا ہے۔ سیاست سے انکا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر پاکستان کے ہر معاملے سے باخبر رہنا اور رکھنا انکی پرانی عادت ہے۔

پروفیسر صاحب نے کہنا شروع کیا۔ ڈاکٹر، اس دنیا میں تھا عالم پر پا ایک ہی ہے۔ وہ ہے امریکہ، تیس برس سے وہاں رہ رہا ہوں۔ وہاں کے لوگوں اور اداروں کے کام کرنے کے طریقے کار سے بخوبی واقف ہوں۔ اچھا تباو۔ لیہیا، عراق اور افغانستان کو امریکہ نے ریزہ ریزہ کر دیا۔ مگر ایک کام اس نے نہ خود کیا اور نہ ہی ہونے دیا۔ میں سمجھ نہیں پایا۔ پروفیسر صاحب نے سوال کو نظر انداز کر کے بیان جادی رکھا۔ امریکہ نے ان تباہ شدہ ممالک کی جغرافیائی حیثیت کو برقرار رکھا۔ دو لیہیا، تین عراق اور چار پانچ افغانستان ہر گز ہر گز نہیں بننے دیے۔ حالانکہ یہ انکے لیے حد درجہ آسان تھا اور آج بھی ہے۔ ہر ملک کیلئے انہوں نے الگ الگ حکمت عملی بنائی ہوئی ہے۔ مگر ملکی سالمیت کو ختم نہیں کرتے۔ خاموشی سے پروفیسر صاحب کی باتیں سن رہا تھا۔ امریکہ کے پاس اتنی طاقت اور قوت موجود ہے کہ وہ کسی بھی کمزور ملک میں جو چاہے، کرو سکتا ہے۔ پاکستان کو اقتصادی طور پر اتنا کمزور کر دیا گیا ہے کہ اسکے لیے مضبوطی سے چلانا ممکن ہو چکا ہے۔ سوال کیا کہ پاکستان کو تو اسکے کر پڑھ کر جانے کا ہے۔ اسکا امریکہ یا انکے کسی ریاستی ادارے سے کیا واسطہ۔ پروفیسر صاحب نے تھہبہ لگایا۔ پوچھا، کہ حکمران طبقہ کے پیسے اور جائیدادیں کہاں موجود ہیں۔ لازم ہے کہ مغربی ممالک میں۔ کیا برطانیہ، آسٹریلیا، فرانس، سنگاپور کی حکومتوں کو معلوم نہیں کہ پاکستانی حکمران طبقہ کا تمام پیسے، عوام سے چوری شدہ ہے۔ پھر انہیں تحفظ کس کے حکم پر دیا جاتا ہے۔ خاموشی دیکھ کر پروفیسر صاحب دل کھول کر ہنسنے کے انکا سرمایہ غیر ملکی ملکوں میں مکمل طور پر حفاظت سے ہے۔ یہ تحفظ پر پا اور ہمارے حکمران طبقے کو یقین ہے کہ انکا سرمایہ غیر ملکی ملکوں میں کونشان کو نشان عبرت بنانے کیلئے آپاں ملکوں کے کے بغیر کوئی نہیں دے سکتا۔ ہاں، جب کسی موجودہ یا سابقہ حکمران کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے تو مغربی ممالک میں انکے پیسے بھی خبط ہو جاتے ہیں۔ میں الاقوامی ادارے بھی اس شخص کی بیخ کنی میں معروف ہو جاتے ہیں۔ عدالتیں بھی حرکت میں آ جاتی ہیں۔ اور کئی بار ان استعمال شدہ قائدین کو نشان عبرت بنانے کیلئے آپاں ملکوں کے حوالے بھی کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ کمزور ممالک کے حکمران دبک کے بیٹھ جائیں۔ انہیں پڑھ چل جائے کہ انکا نجام کیا ہو سکتا ہے۔ یہ حکمت عملی حد درجہ کا میا ب ہے۔ کسی کمزور ملک کے پاس اسکا توڑ نہیں ہے۔ پاکستان میں یہ کھیل، اس وقت عروج پر ہے اور اس خطرناک ترین گیم کا اختتام کیا ہو گا، اسکے متعلق سوچنے سے بھی ڈر لگتا ہے۔

پروفیسر صاحب نے دوبارہ میرے ساتھ واک شروع کر دی۔ گزارش کی کہ حضور، ملک کے متعلق آپ اتنی منقی باتیں کیوں کر رہے ہیں۔ مسکراتے ہوئے جواب ملا کہ جنہوں نے ملک کو مکمل طور پر یعنی اقتصادی، معاشی، سفارتی، سماجی طور پر برا بار کر دیا، آج بھی اپنا جرم قبول کرنے کیلئے تیار نہیں۔ وہ آج بھی جھوٹ کے حکم پر دوبارہ مسلط ہونے کے امکانات پیدا کر رہے ہیں۔ آج بھی میں الاقوامی قوتوں سے سہارا مانگنے کیلئے شدید محنت کر رہے ہیں۔ تو بتاؤ، کہ کافی کچھ جانتے ہوئے میں حقیقت پسندانہ رویہ کیوں نہ رکھوں۔ گزشتہ میں تاتمیں برس کے حالات کو غور سے پر کھو۔ پہلے میں الاقوامی طاقتیوں نے ہر سیاستدان کو دوسرے سیاستدان کیخلاف استعمال کیا۔ سیاستدانوں نے ایک دوسرے کو مکمل طور پر بے تو قیر کر دیا۔ اسی کی دہائی کے آخر اور نوے کی دہائی کا پیشتر حصہ صرف اور صرف دو چار سیاستدانوں کی باہمی کشمکش، مار پیٹ اور ایک دوسرے کیلئے عذاب بننے کا ہے۔ ان دوسرے برسوں میں دو نوں سیاسی فریقین امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے کیا کیا جتنی نہیں کر رہے تھے۔ پروفیسر صاحب کی بات بالکل درست نظر آئی۔ جب ہر دم کشمکش کے تحت سیاسی فریقین عوامی اعتماد کھو بیٹھے، تو پھر پویز مشرف کے ذریعے تبادل نظام کی داغ بیتل ڈلوائی گئی۔ پویز مشرف کے ابتدائی تین سال ہر لحاظ سے ملک کیلئے بہتر تھے۔ مگر دوبارہ جنرل پویز مشرف کو دباؤ میں رکھا گیا اور ایک عجیب و غریب جمہوری نظام کو سامنے لایا گیا۔ جس میں بذات خود عدم استحکام موجود تھا۔ جیسے ہی کوئی چیزہ عوام میں غیر مقبولیت اختیار کرنا تھا تو تبادل گھوڑا فوری طور پر سامنے لایا جاتا تھا۔ شخصیات کو بدال کر ملک کو بتدریج کمزور کرنے کا کام مسلسل جادی رکھا گیا۔ بالخصوص دو بارہ سال سے پاکستان غیر ملکی منقی قوتوں کے سامنے روز بروز نجیف کیا جا رہا ہے۔ ملک کی سیاسی جماعتیں کے قائدین جب ملکی خزانے کو لوٹ کر مغربی ممالک میں منتقل کر رہے تھے۔ تو کیا ان قوتوں کو اسکا علم نہیں تھا۔ بالکل تھا۔ لیکن انہوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں تاکہ سیاسی فریقین کھل کر کھیل سکیں۔ ریاستی اداروں کو بھی خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔ اس پورے عرصے میں وہ انڈیا کو بھی استعمال کرتے رہے۔ جب چاہا، ہندوستان سے جنگ کی وحکی دلوادی، جب چاہا ممن مذاکرات شروع کر دیے۔ مقصد صرف یہ کہ پاکستان کو دباؤ میں رکھا جائے۔ یہ حکمت عملی بھی کامیاب رہی۔ سیاستدانوں کو مزے کرنے کی بھروسہ اجازت دی گئی۔ ملک کو منظم طریقے سے اقتصادی طور پر دیوالیہ بنانے پر بھی کام ہوتا ہے۔

پاتامہ کسی کسی کو پتہ نہیں تھا۔ یہ معلومات کس نے عیاں کیں۔ اسکا بھی علم نہیں۔ مگر دنیا کے متعدد حکمران اس گرداب کی نذر ہو گئے۔ ہمارے معروف سیاستدان بھی اس میں ڈوب گئے۔ مگر پاکستان کے ریاستی ادارے اس گیم کو سمجھ پکھے تھے۔ لہذا ایک ایماندار شخص کو اقتدار منتقل کر دیا گیا۔ ہاں ایکشن کے ذریعے کام ہوا۔ سب کو معلوم ہے کہ ہمارے ملک میں مکمل طور پر منصفانہ ایکشن کا کوئی روانج نہیں ہے۔ نہ تھا اور نہ ہو گا۔ اس لیے ایکشن میں مختلف طاقتیں جس میں سیٹھ بھی شامل ہیں۔ نئے نئے طریقوں سے ہر ایکشن میں اپنی مرضی کے نتائج لینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ بہر حال موجودہ حالات میں کسی ایسے بندے کو جیتنے کی اجازت دی گئی جس میں میں الاقوامی اقتصادی اداروں سے اعتماد سے بات کرنے کی بہت ہو۔ مگر منقی غیر ملکی اشاروں پر کلیدی جگہوں پر وہ بندے لائے گئے جنکی اس ملک سے کوئی واپسی نہ ہو۔ موجودہ سیاسی ٹیم میں الاقوامی طاقتیوں کے منصوبہ کو وقت پر بھانپ نہ سکی۔ لہذا عوامی لحاظ سے ہر منقی اور مشکل فیصلہ انہی سیاسی لوگوں سے کروایا گیا۔ انکی غیر مقبولیت کو بتدریج بڑھنے دیا گیا۔ اور اب انہی اذانت سے ملک کو عدم استحکام کی طرف یجایا جا رہا ہے۔ ریاستی اداروں پر بھروسہ طریقے سے واد کیا جا رہا ہے۔ المذاکرات یہ ہے کہ عدم استحکام جمہوریت کے خوبصورت نام پر پھیلایا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ ملک کو انداز کی طرف لے جا چکا ہے۔ ہر آئینی ادارے کو دوسرے سے دست و گریباں کر دیا گیا ہے۔ اسکا انجمام کتنا بڑا ہو سکتا ہے، اسکا یقین کرنا بھی ممکن نہیں۔ واک ختم ہوئی۔ پروفیسر صاحب کی باتیں بھی۔ مگر اس وقت سے سوچ رہا ہوں کہ کہیں پروفیسر بچ تو نہیں بول رہا؟ کیا واقعی ہم انداز کی کے دہانے پر ہیں؟